٢٧ - اسرار خودی، ص ٢٦ - ٢٧ -

٢٨ - ایضاً، ص ٧٠ -

٢٩ - جاوید نامه، ص ٧١ -

٣٠ - اسرار خودی، ص ١٦ -

٣١ - ارمغان حجاز، طبع لاهور، ص ١٦ -

٣٢ - زبور عجم، ص ١١٠ -

٣٣ - اسرار خودی، ص ٥٥ -

٣٤ - جاوید نامه، ص ١٠ -

٣٥ - زبور عجم، ص ١١٨ -

٣٦ - پیام مشرق، ص ١٠٠ - ١٠١ -

★★★

علامہ اقبال اسلامی نشاۃ ثانیہ کا علمبردار

از ممتاز لیاقت

امام غزالی لکھتے ھیں کہ بذریعہ کشف و اسرار ارواح طیبات کو معلوم ھوجاتا ھے کہ آئندہ کیا ھونے والا ھے، بریرسٹر کا نظریہ ھے کہ ظاھری علوم سے آراستگی کے بعد ایک جوئیندہ حق اپنے فکر کی تطہیر میں مشغول ھو جاتا ھے، یہاں تک کہ اس کی آنکھیں وہ دیکھنے لگتی ھیں جن سے ما و شما ھمیشہ محروم رھتے ھیں - اقبال کہتے ھیں

جہانبانی سے ھے . دشوار تر کار جہاں بینی
جگر خوں ھو تو چشم دل میں ھوتی ھے نظر پیدا
(بانگ درا : ۳۰۵)

اور ''جہاں بینی'' کے لئے نظر پیدا ھوجائے تو بصیرت افروز آنکھیں ماضی و حال کی روشنی میں مستقبل کو دیکھنے لگتی ھیں، حکیم الامت اقبال ایسے ھی چند اھل بصیرت میں سے ھیں جو ''عہد کہن'' کی یاد سے مستقبل کی نشاندھی کرتے ھیں -

یاد عہد رفتہ میری خاک کو اکسیر ھے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ھے
(بانگ درا : ۲۱۷)

ان کے نزدیک ''صاحب امروز'' وہ ھے، جو زمانے کے سمندر سے

''گوہر فردا،، نکالتا ہے، اور وہی شاعری قابل التفات ہے، جو خودی کی محافظ ہو اور خدا کی نشانیوں کو پہچانے

وہ شعر کہ پیغام حیات ابدی ہے
یا نغمہ جبریل ہے یا بانگ سرافیل
(ضرب کلیم : ۱۳۳)

جبریل کا منصب بیداری روح ہے اور اسرافیل نشاۃ ثانیہ کے نقیب ہیں، چنانچہ اقبال کی اپنی شاعری ماضی کے عبرت آگیں، واقعات کی روشنی میں حال اور حال کے مؤثرات و رجحانات میں مستقبل کا اندازہ ہے۔

میں کہ مری غزل میں ہے آتش رفتہ کا سراغ
میری تمام سر گزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو
(بال جبریل : ۱۰۳)

مجھے راز دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں، جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

گویا وہ شاعر فردا ہیں ان کی شاعری میں آنے والے دور کی تصویر ہے، اور چونکہ بقول ان کے ''ایک غم یعنی غم ملت ہمیشہ تازہ ہے،، اس لئے ان کے نقشہ فردا کا زیادہ تعلق ملت اسلامیہ ہی سے ہے اور زیر نظر مضمون کا مقصد اقبال کے کلام سے ''آنے والے دور،، کی تصویر حاصل کرنا ہے۔

قرآن مجید کے مطابق قوموں کے عروج و زوال کے الٹ پھیر انسانوں کی معصیت کے نتیجہ ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال کا فلسفہ انقلاب بھی اسی کتاب مقدس سے ماخوذ ہے، ان کے نزدیک اقوام کے افکار ہی مستقبل کے انقلاب کی نشاندھی

کرتے ہیں، چنانچہ اس وقت جبکہ ـ

هر سینه میں ایک صبح قیامت ہے نمودار
افکار جوانوں کے ہوئے زیر و زبر کیا
(ضرب کلیم : ۱۷۶)

اور هر قوم کے افکار میں پیدا ہے تلاطم

آنے والے تغیرات کا اندازہ مشکل نہیں، چنانچہ ان کی چشم بصیرت نے انہیں جو کچھ دکھایا، اس کے بعد وہ زندگی کے مستقبل سے مایوس نہیں ہیں، ان کے نزدیک مضبوط و کمزور کی کشمکش باعث پریشانی نہیں بلکه ''زندگی درپئے تعمیر جہاں دگر است،، اور اس جہاں کے لئے

آنچه پود است و نباید زمیان خواهد رفت
آنچه بالیسبت و نبود است همان خواهد بود

(جو شے ضروری نہیں وہ مٹ جائے گی اور جو ضروری ہے وہ ہو کر رہے گی)
اور ان کے الفاظ میں ''اسلام فی نفسه حیات عالم کی منتہائے مقصود ہے، اس لئے گو انقلاب روزگار سے اس کی عارضی صورتیں بدلتی رهیں، لیکن اس کا جوهر اصلی کبھی بھی فنا نہیں ہو سکتا، چونکه فطرت کی غرض یه ہے که حیات، اسی قانون کے مطابق جاری رہے اوز ختم بھی ہو اس لئے درمیانی انقلابی تغیرات اس کی ہیئت اصلی میں کوئی فرق نہیں لا سکتے،، ـ

تری فطرت امیں ہے ممکنات زندگانی کی
جہاں کے جوہر مضمر کا گویا امتحاں تو ہے
(بانگ درا : ۳۰۷)

چنانچہ ان کے نزدیک اسلامیان عالم اور اسلام کی موجودہ زبو حالی کی وجہ محض یہ ہے کہ جن عملی فرائض کو بجالانے سے متقدمین زمین سے آسمان پر پہنچ گئے تھے، ہم اپنی بد عملی اور سستی کی بنا پر انہیں فرائض سے پہلو تہی کر رہے ہیں اور انہیں ناقابل عمل گردانتے یا بے سود قرار دیتے ہیں،

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا
(بانگ درا : ۲۰۶)

اس بے حسی کے اسباب اس قدر پیچیدہ اور متعدد ہیں کہ ہیں انہیں رفع کرنا اگر ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، لیکن اقبال کی اس منزل پر ہیں، جہاں تشاوم کفر ہے، اس لئے وہ مایوس نہیں، کہتے ہیں۔

ہے بھروسہ اپنی ملت کے مقدر پر مجھے

اور ''احیائے ملت،، کے اس معجزہ میں انہیں بانی اسلام کا تصرف پنہاں نظر آتا ہے۔

به مشتاقاں حدیث خواجه بدر و حنین آمدد
تصرف ہائے پنہانش به چشم آشکار آمد
دگر شاخ خلیل از خون ما نمناک می گردد
ببازار محبت نقد ما کامل عیار آمد
(بانگ درا : ۳۱۵)

اقوام عالم کا تاریخی رجحان صاف بتا رہا ہے کہ ع جو کرے گا امتیاز رنگ و بو مٹ جائے گا۔ اور موجودہ نظریات و مذاہب میں بغیر اسلام کوئی

نظریه اور مذهب ساری بنی نوع انسانی کو متحد کرنے اور ایک کنبه قرار دینے کا مؤید نہیں چنانچه یه مسئله لا ینحل صرف اسلام هی کے هاتهوں طے پائے گا، قرآن کا ارشاد هے که ''یه (اسلام) تمام مذاهب پر غالب آئے گا،، (۹ : ۳۳) اور ''اپنے نور حیات سے تکمیل حیات کے مقاصد کو پورا کرے گا،، (۳۲ - ۹، ۶۱ - ۸) - چنانچه اقبال که جنهیں اپنے آقا و مولا کی اس کتاب کے ایک ایک حرف پر ایمان هے کوئی لگی لپٹی رکھنے بغیر کہتے هیں -

پهر دلوں کو یاد آ جائے گا پیمان سجود
پهر جبین خاک حرم سے آشنا هو جائے گی
(بانگ درا : ۲۱۵)

اسلام کے مستقبل کی طرح اقبال کو ملت اسلامیه کی نشاة ثانیه پر بهی کامل بهروسه هے، فرماتے هیں -

یه جمعیت جس مذهب کی نیابت کر رهی هے وه افراد کی قدر و قیمت کو تسلیم کرتا اور اسے اس طرح منظم کرتا هے که وه سب کچھ خدا اور انسان کی خدمت کے لئے دے دے۔ اس کے امکانات ابهی ختم نہیں هوئے۔ یه اب بهی ایک ایسی نئی دنیا پیدا کر سکتا هے، جهاں انسان کی سماجی شخصیت اس کی ذات و رنگ اور آمدنی سے متعین نہیں کی جائے گی۔ بلکه اس زندگی سے جانچی جائے گی، جو وه بسر کر سکتا هے، جهاں غریب امیروں پر محصول عائد کرے گا، جهاں انسانی سوسائٹی شکمی مساوات پر نہیں بلکه روحانی مساوات پر مبنی هوگی، جهاں ایک اچهوت شاهزادی سے عقد کرے گا۔ اور نجی ملکیت ایک امانت هوگی، اور جهاں سرمایه داروں کو اس لئے دولت جمع کرنے کا حق هوگا

که وہ اصل پیدا کنندہ پر مسئولی ہوجائے،، (تقاریر و بیانات ۵۴ - ۵۵)

مسلم استی سینه را از آرزو آباد دار
هر زماں پیش نظر لا یخلف المیعاد دار
(بانگ درا : ۳۰۳)

اسلام کے پاس ایک ایسا قانون زندگی ہے جس کی کشش دوسروں کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے، لین پول کے الفاظ میں اسلام کی یہ کشش ہمیشہ اپنے جانی دشمنوں کو دوست بناتی رہی، آج بھی تبلیغ اسلام کی طرف سے مسلمانوں کی بے اعتنائی کے باوجود یہی کشش ہے جو افریقیوں کو ''فوج در فوج،، دین اسلام کی طرف کھینچ رہی ہے چنانچہ اقبال کہتے ہیں۔ ''اسلامی تاریخ سے میں نے ایک سبق حاصل کیا ہے کہ ان کی تاریخ کے نازک موقعوں پر مذہب اسلام ہی نے مسلمانوں کو نجات دلائی ہے، مسلمان کبھی اسلام کے آڑے نہیں آئے۔ اگر تم آج اپنے خیالات کو اسلام پر مرکوز کر لو اور اس کے ہر آن زندگی بخش تخیلات سے استفادہ کرو تو تم اپنے شیرازہ پریشاں کو دوبارہ مجتمع کر سکتے ہو، اس طرح اپنی کھوئی ہوئی ساکھ کو دوبارہ حاصل کرلو گے، اور خود کو بالکل فنا ہونے سے بچالو گے،،۔ (حرف اقبال۔ ۵۴)

ان کے نزدیک ۱۷۹۹ء دنیائے اسلام کے انحطاط کا آخری نکتہ تھا، اس کے بعد سے دنیائے اسلام نے کروٹ بدل لی ہے اور

عطا مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے
شکوہ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی
(بانگ درا : ۳۰۴)

سرشک چشم مسلم میں ھے نیساں کا اثر پیدا

خلیل اللہ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا

بانگ درا : ۳۰۵)

اسلام ایک ایسا ارفع و اعلی تخیل عروج پیش کرتا ھے، جو خیال انسانی کا منتہا ھے، منتہا قرآن کے الفاظ میں،، خدا نے آفتاب و ماھتاب کو تمہارا فرمانبردار بنایا ھے،، گو آج بھی دنیا کے لاکھوں انسان، ان مادی اشیاء کو اپنے معبود سمجھے ہوئے ھیں، اور قوم مسلم بھی پریشان حال و آشفتہ روز گار ھے، لیکن اگر عالم انسانی آج بھی اس در پر جھک جائے، اور اس ایک ھستی کو اپنے لئے اسوۂ حسنہ قرار دے، جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ھے''وما ینطق عن الھوی، ان ھوالا وحی یوحٰی،، تو اسے سر بلندی و سرفرازی مل جائے، مسلمان جب تک اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے رھے، سر بلند رھے، جس روز انھوں نے اسے فراموش کر دیا، ان کا ادبار و زوال شروع ہو گیا۔ مگر اقبال کو یقین ھے کہ اگر وہ سر بلند و سر فراز ہونا چاھتے ھیں، تو ان کے لئے ایک ھی راستہ ھے اور وہ ھے اتباع محمدص کا راستہ چنانچہ وہ بزبان خدا پکار اٹھتے ھیں ع

کی محمد سے وفا تونے تو ھم تیرے ھیں

یہ جہاں چیز ھے کیا لوح و قلم تیرے ھیں

(بانگ درا : ۲۳۲)

اور پھر ان کے سامنے مسلمانوں کی عالمگیر ترقی کی تصویر ابھر آتی ھے۔

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدار یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا

(بانگ درا : ۱۴۹)

نکل کر صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

ان کا یہ احساس صرف شاعرانہ خیال نہیں بلکہ اس کے لئے ان کے پاس جواز ہے اور وہ یہ ہے کہ :۔

ہو چکا گو قوم کی شان جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شان جمالی کا ظہور

(بانگ درا : ۱۶۵)

اور شان جمالی کے ظہور کے لئے اللہ تبارک تعالی کوئی نیا قانون نہیں لائے گا، کیونکہ ''قرآن تو ابدی قانون حیات ہے،، (۹ - ۱۰) اس لئے اس شان کا ظہور ملت اسلامیہ کے وجود ہی سے ممکن ہے کہ وہی حامل قرآن ہو سکتی ہے، البتہ قرآن اتنا ضروری کہتا ہے کہ اگر تم نے ''اتمام نور توحید سے گریز برتا تو،، خدا تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا جو تمہاری طرح بے پرواہ نہ ہوگی۔،، ۳۸ - ۴۷ -

آج دنیا کی ہر قوم اور ہر جماعت اپنے افراد و ارکان کو ایک مرکز مشترک پر جمع کرنے کی کوشش کر رہی ہے، لیکن ان کے مذاہب اور نظریات ہی میں کوئی ایسا مرکز ناپیدا ہے۔ جس پر افراد جمع ہو سکیں، یہ شرف تو

صرف ملت اسلامیہ کو حاصل ہے، کہ ان کا مقصود رضائے الہی، ان کا ایمان کلمہ طیبہ، ان کا عمل فرائض خمسہ، ان کا انجام حشر و نشر، مشترک ہیں، اور ایک خدا ایک رسول اور ایک کتاب کو ماننےوالی یہ قوم ایک مرکز یعنی ایک ہی قبلہ کی حامل ہے، اور اسے خدا اور رسول کے نام پر مراکش سےانڈونیشیا تک ایک مرکز پر جمع کیا جا سکتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ قرآن مقدس کا قانون حیات تو ہے ہی ایسا کہ اسلام کے باغی بھی اسلام کی گود میں دوبارہ سما سکتے ہیں۔ آج وسط ایشیا کی اسلامی سلطنتیں اشتراکی معتقدات کے گھیرے میں ہیں، لیکن اقبال کہتے ہیں۔

آید شں روزے کہ از زور جنوں　　　خویش را از تند باد آرد بروں

اور اتحاد بین المسلمین کی نوید سناتے ہیں۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

(بانگ‌درا : ۲۱۴)

آملیں گے سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک
بزم گل کی ہم نفس باد صبا ہو جائے گی
(بانگ‌درا : ۲۱۵)

پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہو جائے گی

(بانگ درا : ۲۱۵)

کائنات میں تاریخی عمل کی تکرار تیزی سے جاری ہے، برصغیر پاک و

ہند میں مسلمان پھر وہیں پہنچ گئے ہیں، جہاں محمد بن قاسم نے چھوڑا تھا، اور ہر پھر کر انہی حدود میں محدود ہوگئے ہیں، جہاں بعد فتح ''تمام نظام حکومت متشرع رہا، رعایا کے ساتھ اچھا سلوک ہوا، اشاعت اسلام کا خاص اہتمام اور مساجد تعمیر ہوئیں۔ اور ان میں نماز پابندی کے ساتھ پڑھی گئی،، گویا قدرت نے قیام پاکستان کی صورت میں ہمیں نشاۃ ثانیہ کا ایک موقع بہم پہنچایا ہے، اور اگرچہ اس قوم کی راہ میں جو پرچم توحید لے کر اٹھی۔

زلزلے ہیں بجلیاں ہیں قحط ہیں آلام ہیں
کیسی کیسی دختران مادر ایام ہیں،

لیکن گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ع خوں صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا،

ہمارا کام یہ ہے کہ ماضی کی غلطیوں کا اعادہ نہ کریں، بلکہ پاکستان کو حصار دین اسلام بنا دیں اور اتحاد بین المسلمین کے لئے سعی کریں اس بارے میں اقبال کی پیشگوئی یہ ہے۔

سفینہ برگ گل بنالے گا قافلہ مور ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہوگا
(بانگ درا: ۱۰۱)

گو برق عہد نو آتش زن ہو خرمن پر ہے، مگر ع آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا۔

تو ع آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا،

کفر ہمیشہ اسلام سے بر سر پیکار رہا ہے، اور آج اگر ایک طرف عیسائیت اس سے الجھ رہی ہے تو دوسری طرف اشتراکیت نے اس کی مخالفت کا بیڑا اٹھا رکھا ہے، اور ہماری صفوں میں بھی بہت سے لوگ ''مکتی،، کی تلاش میں راہ سے بھٹک رہے اور اشتراکیت کے فریب میں الجھ رہے ہیں لیکن گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اقبال کے الفاظ میں ''وہ اسلام ہی ہوگا، جو مسلمانوں کو نجات دلائے گا،، ۔ شرط صرف اتنی ہے کہ ۔

بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی
(بانگ درا : ۳۰۸)

شکوہ سنج سختی آئین مشو   از حدود مصطفے بیروں مرو

اقبال نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس الہ‌آباد (۱۹۳۰ء) سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا ۔

''قرآن کی غامض ترین آیتوں میں سے وہ آیت ہے جو نوع انسانی کی حیات و موت کو ایک فرد واحد کی پیدائش و موت کے مماثل قرار دیتی ہے، اس تخیل انسانی کے اعلی مفسر کی حیثیت سے کیوں نہ تم اس طرح زندگی بسر کرو، اور نقل و حرکت کرو، گویا تم سب ایک فرد واحد ہو، میں اپنے اس قول سے کسی کو ابہام میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا، کہ ''ہندوستان کے موجودہ حالات وہ

نہیں ہیں ،جو بظاہر معلوم ہوتے ہیں،، اس کا صحیح مفہوم اس وقت معلوم ہوگا، جب تم ایک اجتماعی خودی حاصل کرکے اس پر نظر ڈالو گے، یہ الفاظ قرآنی،

''استقلال سے جمع رہو، کوئی خطاکار تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا، اگر تم ہدایت یافتہ ہو،، ۔ ۱۰ - ۱۰ - ۱۰ (حرف اقبال : ۵۴)

اور یقیناً ہمارے استقلال نے راہ کی ہر رکاوٹ دور کردی، اور ہم پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، لیکن یہ منزل نہ تھی، بلکہ حصول نصب العین کا ذریعہ تھی، اقبال شاعر فردا کی حیثیت سے کہتے ہیں ۔

کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے برگ و ثمر پیدا
(بانگ درا : ۳۰۵)

شاعر مشرق نے خلیل اللہ کے دریا،، سے گہر پیدا ہونے ہی کی خبر نہیں دی،انھوں نے مغربی تہذیب کی تباہی کا مژدہ بھی سنایا تھا ۔ چنانچہ اہل مغرب کو کہ جنھوں نے خدا کی بستی کو دکان بنا رکھا ہے، خطاب کر کے کہتے ہیں ۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخ نازک پر آشیانہ بنے گا نا پائدار ہو گا
(بانگ درا: ۱۵۰)

آج جو تباہی مغرب کے سر پر منڈلا رہی ہے، اقبال اسے بہت پہلے بھانپ چکے تھے ۔ پہلی عالمی جنگ کے بعد جمعیت اقوام قائم ہوئی ۔ تو دنیا

مطمئن تھی کہ شاید یہ درندے آدم خوری سے باز آجائیں لیکن اقبال کی چشم بصیرت نے دیکھا کہ،

۔۔۔کفن دزدے چند۔ . . . . بہر تقسیم قبور انجمنے ساختند
اور کہا ؎

ممکن ہے کہ یہ داشتہ پیرک افرنگ
ابلیس کے تعویذ سے کچھ روز سنبھل جائے

پھر وہی ہوا، جو اقبال نے کہا تھا، جمعیت اقوام ابلیس کے تعویز سے چند روز ھی چل سکی اور پھر سٹ گئی ۔ اب اقوام متحدہ اس خاکستر کی لوزائیدہ قفس ہے اور یہ بھی جلد فنا ہونے والی ہے، کیونکہ اس کی بنا بھی اس تہذیب و تمدن نے ڈالی ہے کہ جس کی بنیاد سرمایہ داری ہے ۔

دیکھ لو گے سطوت رفتار دریا کا علاج
موج مضطر ھی اسے زنجیر پا ہو جائیگی
(بانگ درا : ۲۱۵)

تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے

روسی اشتراکیت نے سرمایہ داری کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اور خدا ھی سے انکاری ہوگئی ۔ تو اقبال نے کہا ۔

''میں نے اس کے مقامات و منازل پر غور کیا ہے وہ سلطنت و کلیسا و خدا سب کا منکر ہے، اس کی تیز فکر نفی تک محدود رہی ہے اور اس نے

اپنے گھوڑے کو اثبات کی طرف نہیں دوڑایا، وہ دن آنے والا ہے کہ اپنے جوش جنوں سے وہ اپنی تیز فکر کو چھوڑ کر باہر آجائے گا۔ زندگی لا میں راحت نہیں پا سکتی، یہ کائنات لازما ''اللہ،، کی طرف جائے گی۔(۱)

کردہ ام اندر مقاماتش نگہ
لا سلاطین، لا کلیسا لا الہ
فکر او تند باد لا بماند
مرکب خودرا سوئے الا نراند
ایدش روزے کہ از زور جنوں
خویش را زیں تند باد آرد بروں
در مقام لا نیا ساید حیات
سوئے الا می خراید کائنات

(پس چہ باید کرد) ص : ۲۲

اور جو لوگ اقبال کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ اقوام کے مستقبل کے لئے اشتراکیت کو پسند کرتے تھے وہ ان پر اتہام باندھتے ہیں، اشتراکیت کی بنا صرف مادہ پر ہے، اور اس میں اولین اہمیت پیٹ کو حاصل ہے، لیکن اقبال کہتے ہیں۔

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

(بال جبریل : ۳۳)

ان کے نزدیک نہ مغربی ملوکیت قابل قبول ہے اور نہ مشرقی اشتراکیت،

کیونکہ ایک نے دنیا کو ظلم و ستم سے روندا تو دوسری نے دین و ملت کی آب و تاب ختم کردی۔

مشرق از سلطانئے مغرب خراب
اشتراک از دیں و ملت بردہ تاب
(جاوید نامہ۔ ٦٧)

وہ کتاب شکم ''سرمایہ'' کے یہودی مصنف کو جسے ایک طبقہ نے ''پیغمبر تسلیم کرلیا ہے۔ ''''پیغمبرے حق ناشناس'' کہتے ہیں، اور ان کے نزدیک اس پیغمبرے ''بے جبریل'' نے'' جان پاک کی بالیدگی کو شکم سے وابستہ کرکے انسان کو الجھا دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

صاحب سرمایہ از نسل خلیل
یعنی آں پیغمبرے بے جبرئیل
زاں کہ حق در باطل او مضمر است
قلب او مومن دماغش کافر است
غربیاں گم کردہ اند افلاک را
در شکم جویند جان پاک را
(جاوید نامہ۔ ٦٩)

اقبال کے نزدیک شکم کی مساوات کا دعوی بے اصل اور دلیل باطل ہے شکم کی دعوت جان پاک میں بالیدگی اور محبت اور اخوت پیدا نہیں کرتی بلکہ رقابت اور دشمنی کو جنم دیتی ہے، کیونکہ جو چیز ایک انسان کے شکم میں جاتی ہے، وہ دوسرے کے شکم میں نہیں جاتی اور ہر انسان

چاہتا ہے کہ اس دوزخ کو زیادہ سے زیادہ اور بہتر طریق پر پر کیا جائے۔

رنگ و بو از تن نگیر و جان پاک
جز بہ تن کارے ندارد اشتراک

دین آن پیغمبر حق ناشناس
بر مساوات شکم دارد اساس

تا اخوت را مقام اندر دل است
بیخ او در دل نہ در آب و گل است

(جاوید نامہ - ٦۹)

لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ملوکیت و سرمایہ داری پر بھی تنقید کرتے ہیں کہ ملوکیت اور اشتراکیت دونوں ہی نظریات ناصبور و ناشکیب ہیں، دونوں خدا اور اس کے پسندیدہ اخلاق سے بیگانہ ہیں، دونوں کا شیوہ آدمیت کو فریب دینا اور بہکانا ہے، ایک کے لئے زندگی بغاوت ہے اور دوسرے کے لئے زندگی خراج وصول کرنے اور دوسری قوموں کو لوٹنے کا نام ہے۔ اور آدمی وہ شیشہ ہے، جو ان دونوں پتھروں کے درمیان پس رہا ہے۔ سوشلزم علم و فن اور دین کی تباہی پر تلا ہوا ہے، اور ملوکیت جسم سے جان اور لوٹ کھسوٹ کرکے روٹی چھین لیتی ہے، دونوں اس بات سے بے خبر ہیں کہ زندگی کا مقصد یہ ہے کہ انسان خدا کی محبت کا سوز و گداز پیدا کرتے اور بڑھاتے۔

ہر دو را جان ناصبور و ناشکیب
ہر دو یزداں ناشناس آدم فریب

زندگی ایں را خروج آں را خراج
درمیان ایں دو سنگ آدم زجاج

غرق دیدم ہر دورادر آب و گل
ہر دورا تن روشن و تاریک دل

زندگانی سوختن با ساختن
در گلے تخم دلے انداختن

(جاویدنامہ - ۷۰)

اقبال نے روس سوشلسٹ لینن اور قیصر ولیم کا جو مکالمہ نظم کیا ہے اس میں وہ دونوں نظام ہائے حیات کو کفر اور اشتراکیت کو ایک لیابت قرار دیتے ہیں، کافر کا کام ہی یہ ہے کہ وہ پرانے خداؤں سے اکتا کر نئے خدا بنا تا رہتا ہے۔ ان کے نزدیک اشتراکیت میں بھی حرص و ہوس کا اور ظلم و ستم کا دور یونہی چلتا رہے گا جیسے ملوکیت سرمایہ داری میں ہے،جیسے آتشکدہ سے آگ نہیں بجھتی آدمی کے دل سے ہوس نہیں جاتی - جب تک انسان خدا کے سامنے سر نہیں جھکاتا، اقتدار کی سحر فن دلہن کی زلف خمدار کا مس اسے بدستور گمراہ کرتا رہے گا۔

گناہ عشوہ و ناز بتاں چیست
طواف اندر سرشت برہمن ہست

دمادم نو خداوندان تراشد
کہ بیزار از خدایان کہن ہست

عروس اقتدار سحر فن را
ہماں پیچاک زلف پر شکن ہست

(پیام مشرق - ۲۵۰)

اپنی نظم ''ابلیس کی مجلس شوری،، میں وہ کھل کے کہتے ہیں کہ اشتراکیت میں یہ صلاحیت نہیں کہ ابلیس کے کام میں رکاوٹ پیدا کر سکے اور مستقبل کا نظریہ حیات جو ابلیس کی قیادت میں تعمیر ہانے والی دنیائے شر کو زیر کرے گا وہ سوشلزم نہیں بلکہ اسلام ہے، چنانچہ وہ ابلیس کی زبانی کہلاتے ہیں کہ ۔

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو
جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنہ فردا نہیں اسلام ہے

لیکن یہ ''فتنہ فردا،، یعنی ''اسلام کا انقلاب،، اسی صورت ممکن ہے کہ مسلمان میں مومنانہ کردار پیدا ہو اسلئے ابلیس کی کوشش یہ ہے کہ کسی طرح سے مرد مومن اس کردار کے لئے آمادہ نہ ہو اور شرح پیغمبرص اس پر آشکار نہ ہو جائے، کیونکہ یہ شرح ناموس عورت کی محافظ مرد آفرین اور ہر قسم کی غلامی کے لئے پیغام اجل ہے، اس میں بادشاہ اور فقیر کی کوئی جگہ نہیں ۔

عصر حاضر کے تقاضوں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرح پیغمبر کہیں

الحزر آئین پیغمبر سے سو بار الحزر
حافظ ناموس زن مرد آزما مرد آفریں

موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور نے فقیر راہ نشیں

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں

چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقیں

(ارمغان حجاز، ۲۲۵، ۲۲۶)

پھر ابلیس اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ اس طرح کام کریں کہ اس خدا اندیش امت کی تاریک رات کی سحر نہ ہونے پائے۔

توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسم شش جہات
ہو نہ روشن اس خدا اندیش کی تاریک رات

خیر اسی میں قیامت تک رہے مومن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہان بے ثبات

(ارمغان حجاز۔ ۲۲۷)

لیکن اقبال ابلیسی کوششوں سے پریشان نہیں ہوتے بلکہ انہیں قوموں کی اس

باهمی کشمکش میں اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے سازگار حالات پیدا ہوتے نظر آتے ہیں اس لئے وہ باطل کی اس باہمی آویزش پر خوش ہیں۔

یہ وحی دہریت روس پر ہوئی نازل
کہ توڑ ڈال کلیسائیوں کے لات و منات
(ضرب کلیم ۱۴۳)

ظاہر ہے کہ جب بھی ہر باطل دنیا سے مٹ جائے گا خواہ وہ ایک اور باطل ہی کی ضربوں سے ہی کیوں نہ مٹے اس وقت نوع انسانی کے لئے حق قبول کرنا آسان ہوگا۔ روس نے کلیسا کی نفی کی ہے۔ بادشاہوں کی نفی کی ہے اور عیسائیت کے اس خدا کی نفی کی ہے جو بیک وقت ایک بھی ہے اور تین بھی لیکن اسے بہرحال کسی مقصود کا اثبات تو کرنا ہے نفی اثبات کا تقاضا کرتی ہے۔ اور اثبات سوائے سچے خدا کے کسی چیز کا تسلی بخش اور دیرپا نہیں، لہذا امت اسلامیہ کے لئے وقت ہے کہ سچے خدا کا اثبات کرائے۔ جس طرح اقبال اس بات پر خوش ہے کہ خدانے دہریت پرست روسی سوشلسٹوں کے دل میں یہ بات ڈالدی ہے کہ وہ صلیب کو توڑ ڈالیں، کیونکہ اس طرح سے کائنات کی ارتقائی حرکت جلد اپنی منزل میں یعنی اسلام کے عالمگیر غلبہ تک پہنچے گی، اسی طرح وہ اس بات پر خوش ہے کہ روس دہریت کے ہاتھوں سرمایہ پرستی کا سفینہ ڈوب رہا ہے۔اب نوع انسانی رفتہ مداری کے اس تماشا کو ترک کردے گی جسے سرمایہ داری کہتے ہیں اور پھر اس کی طرف واپس نہیں آئے گی بلکہ اسلام کی طرف آگے بڑھے گی۔

گیا دور سرمایہ داری گیا تماشا دکھا کر مداری گیا
(بال جبریل ۱۶۷)

اقبال کے نزدیک روس و چین کے سوشلسٹ انقلاب بے معنی نہیں بلکہ خدا کی ان پر اسرار تدبیروں میں سے ایک ہے جس سے وہ کائنات کے اندر اپنے مخفی مقاصد کو پورا کرتا ہے اس تدبیر سے خدا نے مستقبل کے مخلص ایماندار اور خدا پرست انسان کے ظہور کی راہ سے رکاوٹیں بہت حد تک دور کردی ہیں لیکن یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ ملت اسلامیہ باہمی اختلاف کو ترک کرکے حصار دین میں داخل ہوجائے۔ اقبال کے الفاظ ہیں۔

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دیں میں ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اے کہ نشناسی خفی از جلی ھشیار باش
اے گرفتار ابو بکر و علی ھشیار باش

(بانگ درا ۳۰۱ - ۳۰۲)

تو نے دیکھا سطوت رفتار دریا کا عروج
موج مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

عام حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلمان آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ

اپنی خاکستر سمندر کو ہے ساماں وجود
مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہان پیر دیکھ

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں
آنے والے درد کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ